بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

یہ ایک حقیقت ہے کہ اس وقت عالمِ اسلام کا ایک اہم مسئلہ قیادت اور شخصیت کا فقدان ہے۔ اور گیسوئے دجلہ و فرات کی تابداری کے باوجود قافلۂ حجاز میں ایک بھی حسینؓ نظر نہیں آرہا۔ مسلمانوں کا وہ قائد جس میں مومنانہ ایمان و یقین، تدبّر و بصیرت، معاملہ فہمی، اللہ پہ توکل، اسلام پر فخر اور اسلامی حکمت و ذہانت جیسی چیزیں جمع ہوں، مسلمانوں کی نگاہیں مدتوں سے کسی ایسی شخصیت کیلئے ترس رہی ہیں۔ جو مسلمانوں کے مسائل پر غمزدہ ماؤں کیطرح روئے عالمِ اسلام اور اسلام کی سربلندی اس کا اوڑھنا بچھونا اور کلمۃ اللہ کی سربلندی اس کا مقصدِ حیات ہو۔ بیت المقدس کا پہلی مرتبہ مسلمانوں کے ہاتھوں نکل جانے پر مورخین لکھتے ہیں کہ صلاح الدین ایوبیؒ کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی تھی جس نے اکلوتے بیٹے کا داغ اٹھایا ہو وہ جہاد کے دوران صفوں میں بھاگتے پھرتے اور مجاہدین کو ترغیب جہاد دے دے کر پکار اٹھتے: یاللاسلام ــ یاللاسلام۔ اے لوگو! اسلام کی مدد کرو، اسلام کی خبر گیری کرو۔ یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ قاضی ابن شداد کہتے ہیں کہ سلطان کو بیت المقدس کی ایسی فکر دامن گیر تھی اور ان کے دل پہ ایسا بار تھا کہ پہاڑ بھی اس کے متحمل نہیں تھے۔ انہوں نے مسلمانوں کی عظمتِ گم گشتہ کی بحالی تک خیموں ہی میں وقت گزارا کھانے کے لئے ڈاکٹر مجبور کرتے اور آج اسی بیت المقدس میں یہود دندنا رہے ہیں، وہ مسجدِ اقصیٰ میں فاحشہ عورتوں کے ساتھ رنگ رلیاں منا منا کر اس کی تصاویر دنیا بھر میں پھیلاتے ہیں کہ مسلمانوں کے مردہ ضمیروں پر اور بھی چرکے لگا سکیں۔ مگر کروڑوں مسلمانوں کی اس بھیڑ میں کتنے ہیں جن کی آرام و راحت کی زندگی میں ادنیٰ سا تغیّر بھی آیا ہو۔؟ کتنے حکمران ہیں جن کی پرعیش زندگی کو اس قیامت نے ذرا بھی مکدر کر دیا ہو۔

لے دے کر کچھ نظر اٹھتی تھی تو وہ حجاز و نجد کے مرحوم و مغفور حکمران خادم الحرمین شاہ فیصل کیطرف جو نہ تو سلطان صلاح الدین تھے۔ نہ عمر بن عبدالعزیز اور نہ بشری کمزوریوں سے معصوم، مگر اب جبکہ ان کے جانے کے بعد ان کی ایک ایک مؤمنانہ تصویر سامنے آرہی ہے تو اس واقعۂ شہادت کی شدّت، تاثیر اور گہری ہی ہوتی جا رہی ہے وہ اپنے مؤمنانہ کردار، تدبّر و بصیرت، معاملہ فہمی، اسلام پر فخر و مباھات

اللہ پہ توکل اور اسلامی سیاست وحکمت کے لحاظ سے اس دورِ زوال میں بھی اللہ کی ایک نعمتِ عظمیٰ تھے۔ بیت المقدس کا غم انہیں ہردم پریشان کئے ہوئے تھا، شہادت سے قبل اپنے آخری انٹرویو میں انہوں نے کہا کہ بیت المقدس کی بازیابی روئے زمین کے ہر مسلمان کے ذمہ ایک اہم امانت ہے۔ وہ کہتے تھے کہ بیت المقدس کافروں کے قبضہ میں ہو اور ہم آرام کریں۔؟ وہاں جاکر نماز پڑھنا ان کی آخری آرزو تھی۔ امریکہ کے عیار اور بے حیاء کسنجر جسے شاہ فیصل بجا طور پر عالمی صیہونیت کا ایجنٹ سمجھتے تھے جب مذاکرات امن کے سلسلہ میں مرحوم شاہ سے ملے اور مشرقِ وسطیٰ کے مسئلہ پر اپنے معرکوں کی تفصیل بیان کی اور کہا کہ اب میں نے پہاڑوں صحراؤں اور دریاؤں کا معاملہ درست کر لیا ہے تو مرحوم شاہ نے انتہائی تمکنت سے کہا: یہ سب ٹھیک ہے مگر بیت المقدس کا کیا بنے گا۔؟ کسنجر کی ساری عیاری اس ایک سوال سے خاک میں مل گئی اور پھر آخر تک وہ بت بنا بیٹھا رہا۔ شاہ مرحوم کو اسلام کے بارہ میں کوئی تذبذب نہیں ہوا اور نہ کبھی ارتیابی کیفیت کا شکار ہونا پڑا وہ دشمنوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اسلام کی بات کرتے۔ امریکہ کے ایک سفر میں کسی نے اسلام کے نظام حدود وتعزیرات پر اعتراض کیا شاہ نے اپنے ہاں کے دس سالہ جرائم کے اعداد وشمار پیش کر دئے جو امریکہ کے ایک دن کے جرائم سے بھی کم تھے۔ یورپ میں ایک دعوت میں گئے۔ ہال کا دروازہ چھوٹا تھا سر کو جھکا کر داخل ہونا پڑتا تھا۔ شاہ دروازہ پر جاکر رک گئے اور کہا میں تو معذور ہوں میرا قد دروازے سے ذرا لمبا ہے۔ دشمن جھینپ گئے۔ دروازہ توڑا گیا تو شاہ اندر داخل ہوئے اور قصہ یہ تھا کہ سامنے حضرت مریم کا مجسمہ آویزاں تھا۔ دشمنوں کے اس مقصد کا شاہ نے ساتھ نہ دیا کہ جو جائے تو تصویر کے سامنے ذرا جھک کر جائے۔ اور صدق لکھنؤ راوی ہے کہ ۲۶ء میں مولانا محمد علی جوہر حجاز گئے تو ان کی روایت تھی کہ یورپ سے دواؤں کا بہت سا ساز وسامان آیا بکسوں پر صلیبِ احمر کا نشان بنا ہوا تھا۔ شاہ جو اس وقت بالکل جوان اور امیر حجاز تھے انہوں نے محض صلیب کے نشانات کی وجہ سے سارا سامان واپس کر دیا۔ اور یہ اس وقت کا سعودی عرب نہ تھا کہ تیل اور سونے کی وجہ سے دولت کی فراوانی ہو۔ شاہ کے اس عزم ویقین اس ایمان وعزیمت میں عمر کے ساتھ ساتھ اضافہ ہی ہوتا گیا اور جب یہ ہلال بدر بن گیا تو قضا وقدر نے مسلمانوں کے عمومی شامتِ اعمال کی وجہ سے پردۂ شہادت میں محجوب کر دیا۔ مگر مسلمان یاس وقنوط کا شکار نہیں ہوتا۔ اس کی تاریخ طلوع وغروب کی ہے۔ تاریخ ادھر نکلے ایک ستارہ غروب ہوا دوسرا طلوع گردشِ لیل ونہار کی طرح یہ امت بھی قیامت تک جاری وساری رہے گی۔ ایک موج کی جگہ دوسری موج لیتی رہے گی۔ دعوت وعزیمت اور تجدید وجہاد کا یہ عمل اس وقت تک جاری رہے گا کہ ارشادِ نبوی